ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 429

Program: B.A

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس :تعلیمِ عامہ / خواندگی • (429) سطح :بی۔اے

سمسٹر :خزاں2026

امتحانی مشق نمبر) 2 یونٹ نمبر(9-5

کل نمبر 100 :کامیابی کے نمبر40 :

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

)مطالعہ و حوالہ کے لیے(

نوٹ :یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ متعلقہ یونٹس کا مطالعہ کریں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔ کسی بھی تیار شدہ مواد کی ہو بہو نقل تعلیمی دیانت کے منافی ہے اور یونیورسٹی کی پالیسی کے مطابق قابلِ سزا بھی ہو سکتی ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

سوال نمبر :1 بنیادی خواندگی اور عملی خواندگی :موازنہ اور پاکستان کے لیے مؤثر طریقہ کار)20نمبر(

سوال نمبر :1 بنیادی خواندگی اور عملی خواندگی کے تصور اور طریقہ کار کا موازنہ کریں اور بتائیں کہ پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر کون سا طریقہ زیادہ مؤثر ہے؟

تعارف

خواندگی کسی بھی تعلیمی نظام کا پہلا زینہ ہے۔ ناخواندہ فرد کے لیے اخبار، خط، ہدایت نامہ، دوا کی پرچی اور سرکاری فارم سب بند دروازے ہیں، جبکہ خواندہ فرد معلومات کی دنیا سے جڑ جاتا ہے۔ خواندگی کے پروگرام ڈیزائن کرتے وقت ماہرین کے سامنے ہمیشہ یہ سوال رہا ہے کہ خواندگی سے مراد صرف لفظ پڑھنے لکھنے کی صلاحیت ہو یا اس سے آگے زندگی

میں کام آنے والا عملی علم بھی شامل ہو۔ اسی بحث سے خواندگی کے دو نمایاں تصورات سامنے آئے :بنیادی خواندگی اور عملی) فعالی (خواندگی۔ دونوں کا اپنا پس منظر، طریقہ کار اور دائرہ ہے، اور پاکستان جیسے ملک کے لیے درست انتخاب قومی ترقی سے جڑا ہوا مسئلہ ہے۔

پاکستان میں بالغ ناخواندگی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ناخواندہ کسان کھاد اور بیج کی ہدایات نہیں پڑھ سکتا، مزدور اپنے حقوق سے بے خبر رہتا ہے، ماں بچے کی صحت کے بنیادی اصولوں سے ناواقف رہتی ہے اور ووٹر سیاسی پیغامات کو دوسروں کی تشریح پر پرکھتا ہے۔ ماضی میں چلائے گئے خواندگی پروگراموں کا تجربہ یہ بھی بتاتا ہے کہ بہت سے نوآموز خواندگی حاصل کرنے کے بعد استعمال نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ ناخواندگی کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب بحث محض شرح بڑھانے سے آگے بڑھ کر خواندگی کے معیار اور اس کے طریقہ کار پر مرکوز ہو گئی ہے۔

بنیادی خواندگی کا تصور اور طریقہ کار

بنیادی خواندگی سے مراد پڑھنے، لکھنے اور بنیادی حساب کی وہ کم سے کم صلاحیت ہے جس سے فرد سادہ جملے پڑھ اور لکھ سکے اور روزمرہ کے سادہ حساب کتاب کر سکے۔ بین الاقوامی تعریف کے مطابق جو شخص اپنی روزمرہ زندگی سے متعلق سادہ بیان سمجھ کر پڑھ اور لکھ سکتا ہے وہ خواندہ کہلاتا ہے۔ بنیادی خواندگی کا مرکز تین بنیادی مہارتیں ہیں، یعنی مطالعہ، تحریر اور حساب۔ اس کا مقصد فرد کو لفظی دنیا کی کنجی دینا ہے؛ اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے کوئی بھی کتاب، اخبار یا تحریر پڑھ سکتا ہے۔

طریقہ کار کے لحاظ سے بنیادی خواندگی میں عموماً قاعدے اور پرائمرز استعمال ہوتے ہیں۔ پہلے حروف اور ان کی آوازیں، پھر الفاظ، پھر جملے سکھائے جاتے ہیں۔ استاد مرکز ہوتا ہے، مشق اور تکرار پر زور ہوتا ہے اور جانچ یہ ہوتی ہے کہ سیکھنے والا دی گئی عبارت درست پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اس طریقے کے فوائد یہ ہیں کہ یہ سادہ، سستا اور بڑے پیمانے پر نافذ کرنا آسان ہے، اساتذہ کی تربیت بھی نسبتاً مختصر ہوتی ہے اور پرائمری تعلیم سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ لیکن اس کی کمزوری یہ ہے کہ بالغ سیکھنے والا اپنی زندگی سے غیر متعلق بچوں جیسے مواد میں دلچسپی کھو دیتا ہے، اور خواندگی حاصل کرنے کے بعد عملی زندگی میں استعمال کے مواقع کم ہوں تو مہارت ماند پڑ جاتی ہے۔

عملی خواندگی کا تصور اور طریقہ کار

عملی یا فعالی خواندگی کا تصور اس سے آگے کا ہے۔ یونیسکو اور ماہرینِ تعلیمِ بالغاں کے مطابق خواندگی کا اصل مقصد فرد کی زندگی میں بہتری ہے۔ عملی خواندگی میں پڑھنا لکھنا زندگی کے حقیقی مسائل کے ساتھ جوڑ کر سکھایا جاتا ہے: کسان کے لیے فصل، موسم، کھاد اور منڈی کے بھاؤ؛ ماں کے لیے بچوں کی صحت، صفائی اور غذائیت؛ مزدور کے لیے مزدوری، حفاظت اور حقوق؛ اور شہری کے لیے فارم، بینک، ووٹ اور سرکاری دفاتر کے عام معاملات۔ یوں لفظ سکھانا مقصد نہیں رہتا بلکہ مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت مقصد بن جاتی ہے۔

اس کے طریقہ کار میں سیکھنے والا مرکز ہوتا ہے۔ مواد مقامی زندگی سے لیا جاتا ہے، موضوعات پر بحث و مکالمہ ہوتا ہے، کلیدی الفاظ زندگی کے تجربات سے چنے جاتے ہیں اور لکھنے پڑھنے کے ساتھ ساتھ متعلقہ عملی معلومات بھی دی جاتی ہیں۔ پاؤلو فریرے جیسے ماہرین نے اسے شعور بیدار کرنے والی تعلیم کہا، کیونکہ اس میں ناخواندہ بالغ محض حروف نہیں سیکھتا بلکہ اپنی حالت سمجھنے اور اسے بدلنے کی ترغیب بھی پاتا ہے۔ اس طریقے کے لیے تربیت یافتہ سہولت کار، مقامی مواد کی تیاری اور کمیونٹی کی شراکت درکار ہوتی ہے، اس لیے یہ بنیادی خواندگی کے مقابلے میں زیادہ محنت طلب اور قدرے مہنگا ہے۔

جدول 1: بنیادی خواندگی اور عملی خواندگی کا موازنہ

پہلو	بنیادی خواندگی	عملی خواندگی
بنیادی تصور	پڑھنا، لکھنا اور حساب کی کم سے کم صلاحیت	خواندگی بمعہ زندگی میں کام آنے والا عملی علم و شعور
مرکز	حروف، الفاظ اور مہارت	سیکھنے والے کی زندگی اور اس کے مسائل
مواد	قاعدے اور معیاری پرائمرز	مقامی و پیشہ ورانہ زندگی سے متعلق تیار کردہ مواد
طریقہ کار	تکرار، مشق اور استاد مرکز تدریس	مکالمہ، بحث، تجربے سے سیکھنا؛ سہولت کار کی رہنمائی
المیعاد نتیجہ	خواندگی کے استعمال نہ ہونے سے زوال کا خطرہ	مہارت زندگی سے جڑی ہونے کی وجہ سے پائیداری زیادہ
لاگت و انتظام	نسبتاً سستا اور آسان نفاذ	زیادہ تربیت و مواد کی تیاری درکار، قدرے مہنگا

پاکستان کے حالات میں مؤثر طریقہ

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان کے موجودہ حالات میں کون سا طریقہ زیادہ مؤثر ہے؟ پاکستان کی اکثریتی ناخواندہ آبادی دیہات میں رہتی ہے اور اس کا تعلق زراعت، مویشی بانی، مزدوری اور گھریلو ذمہ داریوں سے ہے۔ بالغ سیکھنے والے کے پاس وقت کم، ذمہ داریاں زیادہ اور صبر محدود ہوتا ہے؛ وہ صرف اسی کام میں وقت لگائے گا جس کا فائدہ اسے فوراً نظر آئے۔ ماضی کے تجربات بتاتے ہیں کہ صرف حروف سکھانے والا مراکز میں حاضری گر جاتی ہے اور نو خواندہ افراد استعمال نہ ہونے سے پیچھے لوٹ جاتے ہیں۔ اس لیے خالص بنیادی طریقہ پاکستان کے بالغوں کے لیے اکیلا کافی نہیں رہا۔

دوسری طرف عملی خواندگی پاکستانی بالغ کی زندگی سے براہ راست جڑتی ہے۔ جب کسان منڈی کے بھاؤ پڑھنا، ماں ویکسین کا کارڈ سمجھنا، اور مزدور اپنی اجرت کا حساب رکھنا اسی مرکز میں سیکھتا ہے جہاں وہ حروف سیکھ رہا ہے، تو اس کی دلچسپی برقرار رہتی ہے، حاضری بڑھتی ہے اور سیکھی ہوئی مہارت روزانہ استعمال ہونے سے پکی ہو جاتی ہے۔ اس کے اثرات صحت، آمدنی، خواتین کی بااختیاری اور بچوں کی تعلیم پر بھی نظر آتے ہیں۔ تاہم اس کے لیے اچھے مواد اور تربیت یافتہ اساتذہ کی شرط ہے، جس پر سنجیدگی سے کام کرنا ہوگا۔ اس لیے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ پاکستان کے لیے عملی خواندگی کا طریقہ زیادہ مؤثر ہے، بشرطیکہ اس کی بنیاد میں بنیادی مہارتوں کی مضبوط تدریس شامل رکھی جائے؛ یعنی مہارتیں بنیادی خواندگی کی ہوں اور ان کا تناظر و اطلاق عملی زندگی ہو۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ بنیادی خواندگی پڑھنے لکھنے اور حساب کی ابتدائی صلاحیت کا نام ہے جو سادہ اور وسیع پیمانے پر فراہم کی جا سکتی ہے، جبکہ عملی خواندگی اس صلاحیت کو زندگی کے حقیقی مسائل، پیشے، صحت اور شہری ذمہ داریوں سے جوڑتی ہے۔ موازنے سے واضح ہوتا ہے کہ بچوں کے لیے بنیادی مہارتوں کی باقاعدہ تدریس ناگزیر ہے، مگر بالغوں اور پاکستان جیسے ملک کے سماجی و معاشی حالات میں عملی خواندگی زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے، کیونکہ یہ سیکھنے والے کی دلچسپی برقرار رکھتی ہے، فوری فائدہ دیتی ہے اور خواندگی کے دوبارہ زوال کو روکتی ہے۔ درست حکمتِ

عملی یہ ہے کہ قومی پروگرام عملی خواندگی کے فریم ورک میں بنیادی مہارتیں سکھائیں، مقامی مواد تیار کریں اور اساتذہ کو اس طریقے کی خصوصی تربیت دیں۔

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

سوال نمبر :2 تعلیمِ عامہ سے مراد اور اس کے عمومی مقاصد 20) نمبر(

سوال نمبر :2 تعلیم عامہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے عمومی مقاصد پر تفصیل سے بحث کریں۔

تعارف

تعلیمِ عامہ جدید ریاست کی سماجی پالیسی کا مرکزی تصور ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ریاست اپنے تمام شہریوں کو تعلیم دے گی، تو سب سے پہلے مراد یہی تعلیمِ عامہ ہوتی ہے۔ یہ وہ مشترکہ بنیاد ہے جس پر پورے معاشرے کی ذہنی، اخلاقی اور معاشی زندگی قائم ہوتی ہے۔ جس معاشرے میں تعلیمِ عامہ مضبوط ہو، وہاں خواندگی بلند، شعور وسیع اور سماجی ہم آہنگی زیادہ ہوتی ہے؛ اور جہاں یہ کمزور ہو، وہاں جہالت، پسماندگی اور عدم مساوات جنم لیتی ہے۔ اس لیے ہر قومی تعلیمی پالیسی میں تعلیمِ عامہ کی توسیع اور بہتری بنیادی ہدف رہی ہے۔

تعلیمِ عامہ کو اکثر ابتدائی تعلیم سے جوڑا جاتا ہے، مگر یہ اس سے وسیع تر تصور ہے۔ یہ بالغوں اور بچوں دونوں کے لیے ہو سکتی ہے، رسمی اسکول میں بھی ہو سکتی ہے اور غیر رسمی پروگراموں، فاصلاتی تعلیم اور ابلاغِ عامہ کے ذریعے بھی فراہم کی جا سکتی ہے۔ اصل پہچان اس کی عمومیت ہے :نہ یہ کسی خاص پیشے کی تربیت ہے، نہ کسی خاص طبقے کا امتیاز۔ ذیل میں پہلے تعلیمِ عامہ کی تعریف و دائرہ بیان کیا جائے گا اور پھر اس کے عمومی مقاصد پر تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

تعلیمِ عامہ سے کیا مراد ہے؟

تعلیمِ عامہ سے مراد وہ تعلیم ہے جو ہر شہری کی عمومی انسانی نشوونما کے لیے بنیادی طور پر ضروری سمجھی جائے۔ اس میں وہ مہارتیں اور معلومات شامل ہیں جن کے بغیر ایک فرد باشعور زندگی نہیں گزار سکتا :اپنی زبان میں پڑھنا لکھنا، حساب کتاب، اپنے ماحول اور معاشرے کا بنیادی علم، سائنس و صحت کے سادہ اصول، دینی و اخلاقی اقدار اور شہری حقوق و فرائض کا شعور۔ یہ تعلیم مخصوص نہیں ہوتی؛ ڈاکٹر، کسان، مزدور، استاد اور تاجر سب کو سب سے پہلے یہی بنیاد حاصل کرنی ہوتی ہے، البتہ تعلیمِ عامہ کے بعد وہ اپنے اپنے شعبے میں آگے بڑھتے ہیں۔

تعلیمِ عامہ کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں :یہ سب کے لیے ہوتی ہے اور اس میں جنس، طبقے یا علاقے کی تفریق نہیں ہوتی؛ اس کا نصاب عمومی ہوتا ہے اور روزمرہ زندگی سے قریب ہوتا ہے؛ اس کا مقصد فرد کی ہمہ جہت نشوونما یعنی ذہنی، اخلاقی، سماجی اور جسمانی پہلوؤں کی تربیت ہے؛ اور اس کی فراہمی ریاست کی بنیادی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے، چنانچہ یہ اکثر مفت یا کم خرچ فراہم کی جاتی ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی جیسے فاصلاتی ادارے اور خواندگی پروگرام دراصل تعلیمِ عامہ کو ان افراد تک پہنچانے کے ذرائع ہیں جو روایتی نظام سے مستفید نہیں ہو سکے۔

عمومی مقاصد :فردی نشوونما اور خواندگی

تعلیمِ عامہ کا پہلا بنیادی مقصد ہر فرد کو خواندہ اور بنیادی مہارتوں سے آراستہ کرنا ہے۔ خواندہ فرد اخبار و کتاب پڑھ سکتا ہے، خط و فارم لکھ سکتا ہے، اجرت و خرچ کا حساب رکھ سکتا ہے اور دھوکے اور استحصال سے بچ سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ تعلیم فرد کی عقل کو بیدار کرتی ہے :وہ سوال کرنے، معلومات کی جانچ کرنا اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا سیکھتا ہے۔ یہ ذہنی آزادی ہی درحقیقت تمام آئندہ تعلیم و ترقی کی بنیاد ہے، کیونکہ ناخواندہ اور غیر باشعور فرد جدید زندگی کے کسی شعبے میں بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

دوسرا مقصد فرد کی اخلاقی و سماجی تربیت ہے۔ تعلیمِ عامہ فرد کو سچائی، دیانت، رواداری، قانون کی پاسداری، دوسروں کے حقوق کا احترام اور اجتماعی زندگی کے آداب سکھاتی ہے۔ یہ مقاصد مذہبی و قومی اقدار سے ہم آہنگ ہوتے ہیں اور معاشرے کو پرامن رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح صحت و صفائی کا شعور، متوازن غذا، بیماریوں سے بچاؤ اور ماحول کی صفائی جیسی عملی آگاہی بھی تعلیمِ عامہ کے مقاصد میں شامل ہے، کیونکہ صحت مند فرد ہی معاشرے کا کارآمد رکن بن سکتا ہے۔

عمومی مقاصد :قومی وحدت، جمہوریت اور معاشی ترقی

قیاسی سطح پر تعلیمِ عامہ کا تیسرا بڑا مقصد قومی وحدت اور مشترکہ شہری شعور پیدا کرنا ہے۔ ایک جیسی بنیادی تعلیم مختلف زبانوں، علاقوں اور طبقات کے افراد کو مشترکہ اقدار، قومی زبان اور قومی تاریخ سے جوڑتی ہے۔ چوتھا مقصد جمہوری نظام کے لیے باخبر شہری تیار کرنا ہے؛ جو شہری پڑھ سکتا ہے، سیاسی باتوں کو سمجھ سکتا ہے اور

اپنے حقوق و فرائض جانتا ہے، وہی ووٹ کا درست استعمال کر سکتا ہے اور حکمرانوں کا احتساب کر سکتا ہے۔ جہالت جمہوریت کی سب سے بڑی دشمن ہے، اور تعلیمِ عامہ اس کا سب سے مؤثر توڑ ہے۔

پانچواں مقصد معاشی ہے۔ تعلیمِ عامہ افرادی قوت کی بنیادی قابلیت بڑھاتی ہے :خواندہ کسان نئی زرعی معلومات سے فائدہ اٹھاتا ہے، خواندہ مزدور مشین کی ہدایات سمجھتا ہے، خواندہ ماں گھریلو بجٹ بہتر چلاتی ہے اور بچوں کو آگے پڑھاتی ہے۔ خواتین کی تعلیمِ عامہ سے ان کی آمدنی، صحت اور سماجی مقام میں بہتری آتی ہے اور غربت کی شرح گھٹتی ہے۔ چھٹا مقصد سماجی مساوات ہے؛ جب تعلیم کسی طبقے کی جاگیر نہ رہے تو محروم طبقات بھی ترقی کے مواقع پا لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی کے تمام بین الاقوامی اہداف میں سب کے لیے معیاری بنیادی تعلیم کو پہلا درجہ دیا گیا ہے۔

پاکستان میں تعلیمِ عامہ کی صورت حال و تقاضے

پاکستان میں تعلیمِ عامہ کی اہمیت آئین میں تسلیم شدہ ہے، تاہم اس کے مقاصد کی تکمیل میں مسائل باقی ہیں۔ لاکھوں بچے اسکول سے باہر ہیں اور بالغ ناخواندگی، خصوصاً خواتین میں، بلند ہے۔ رسمی نظام کے ساتھ غیر رسمی و فاصلاتی ذرائع اس خلا کو پر کرنے میں مصروف ہیں۔ مقاصد کی روشنی میں تقاضا یہ ہے کہ بچوں کے لیے عالمگیر پرائمری تکمیل یقینی بنائی جائے، بالغوں کے لیے عملی خواندگی کے پروگرام چلائے جائیں، لڑکیوں و خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ ہو اور نصاب کو زندگی و اخلاق سے جوڑا جائے۔

ایک اور تقاضا معیار کا ہے۔ تعلیمِ عامہ کا مقصد صرف داخلہ اور سند نہیں بلکہ حقیقی قابلیت ہے۔ اگر پرائمری مکمل کرنے والا بچہ روانی سے پڑھ اور درست لکھ نہ سکے تو مقاصد حاصل نہیں ہوتے۔ اس لیے اساتذہ کی تربیت، نصاب کی سادگی، مادری زبان میں ابتدائی تدریس اور مسلسل جائزے کو تعلیمِ عامہ کی بہتری کی شرائط سمجھنا چاہیے۔ جب یہ شرائط پوری ہوں گی تو تعلیمِ عامہ اپنے فردی، سماجی اور قومی مقاصد پوری طرح حاصل کر سکے گی۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ تعلیمِ عامہ ہر شہری کی عمومی نشوونما کے لیے ضروری بنیادی تعلیم ہے جس میں خواندگی و حساب، اخلاق و شہری شعور، صحت و ماحول کی آگاہی اور قومی اقدار شامل ہیں۔ اس کے عمومی مقاصد فرد کو خواندہ و باشعور بنانا، اس کی اخلاقی تربیت کرنا، قومی وحدت و جمہوری شعور پیدا کرنا، افرادی قوت کی قابلیت بڑھا کر معاشی

ترقی میں مدد دینا اور سماجی مساوات کو فروغ دینا ہیں۔ پاکستان کے لیے یہ مقاصد ازحد اہم ہیں؛ ان کی تکمیل کے لیے عالمگیر رسائی، معیار کی بہتری اور بالغ خواندگی پر یکسو توجہ درکار ہے۔ تعلیمِ عامہ دراصل وہ مشترکہ سرمایہ ہے جس پر فرد اور قوم دونوں کی ترقی کا انحصار ہے۔

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

سوال نمبر :3 بالغوں کی تعلیمی ضروریات کی نشاندہی کے طریقے 20) نمبر(

سوال نمبر :3 بالغوں کی تعلیمی ضروریات کی نشاندہی کے مختلف طریقوں پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

تعارف

تعلیمِ بالغاں کی کامیابی کا پہلا اصول یہ ہے کہ پروگرام بالغوں کی اصل ضروریات پر مبنی ہو۔ بچوں کے برعکس بالغ اپنی مرضی اور ضرورت سے سیکھتے ہیں؛ اگر پروگرام ان کی زندگی کے مسائل سے غیر متعلق ہو تو وہ حاضری چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بالغوں کے لیے کوئی بھی تعلیمی پروگرام شروع کرنے سے پہلے ان کی تعلیمی ضروریات کی نشاندہی یعنی ضرورت کی تشخیص) نیڈز اسیسمنٹ (کو لازمی مرحلہ قرار دیا گیا ہے۔ ضرورت سے مراد وہ فاصلہ ہے جو بالغ کی موجودہ حالت اور مطلوبہ حالت کے درمیان ہو :وہ کیا نہیں جانتا جو جاننا اس کی زندگی، پیشے اور سماجی کردار کے لیے ضروری ہے۔

ضروریات کی نشاندہی کا فائدہ یہ ہے کہ نصاب اور مواد انہی ضروریات کے گرد بنتا ہے، وقت اور وسائل ضائع نہیں ہوتے، بالغوں کی دلچسپی اور شرکت بڑھتی ہے اور پروگرام کے نتائج قابلِ پیمائش بن جاتے ہیں۔ یہ نشاندہی کوئی ایک بار کا کام بھی نہیں؛ پروگرام کے دوران اور بعد میں بھی ضروریات بدلتی رہتی ہیں۔ ذیل میں ان مختلف طریقوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جن سے بالغوں کی تعلیمی ضروریات معلوم کی جاتی ہیں۔

سروے اور شماریاتی معلومات کا طریقہ

پہلا طریقہ سروے ہے۔ کسی علاقے میں پروگرام شروع کرنے سے پہلے گھر گھر یا نمونہ جاتی سروے کے ذریعے بالغوں کی خواندگی کی سطح، عمر، پیشہ، آمدنی، تعلیم یافتہ بچوں کی تعداد اور ان کی دلچسپی کے شعبے معلوم کیے جاتے ہیں۔ سوالنامہ تیار کر کے تربیت یافتہ عملہ معلومات اکٹھی کرتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ علاقے میں کتنے ناخواندہ ہیں، خواتین و مردوں کا تناسب کیا ہے، لوگ کن اوقات میں فارغ ہوتے ہیں اور کن موضوعات میں سب سے زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مردم شماری، تعلیمی اعداد و شمار اور مقامی اداروں کے ریکارڈ سے حاصل شدہ ثانوی معلومات بھی اسی زمرے میں آتی ہیں۔

دوسرا طریقہ مشاہدہ ہے۔ ماہر یا کارکن علاقے میں جا کر بالغوں کی زندگی کا براہ راست مشاہدہ کرتا ہے :وہ کہاں کام کرتے ہیں، ان کے روزمرہ مسائل کیا ہیں، بازار و دفتر میں لکھے پڑھے کے معاملے میں انہیں کہاں دشواری پیش آتی ہے، صحت و صفائی کی عادات کیسی ہیں اور معلومات تک ان کی رسائی کیسی ہے۔ مشاہدے سے وہ ضروریات سامنے آتی ہیں جو لوگ خود بیان بھی نہیں کر پاتے، مثلاً خط نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے ہونے والا نقصان یا دوا کی پرچی نہ سمجھنے کا خطرہ۔ سروے اعداد دیتا ہے جبکہ مشاہدہ تناظر کو جاندار بناتا ہے؛ دونوں مل کر زیادہ قابلِ اعتماد نتیجہ دیتے ہیں۔

مکالمہ، انٹرویو اور گروہی بحث کے طریقے

تیسرا اہم طریقہ انٹرویو اور ذاتی مکالمہ ہے۔ منتخب بالغوں، کمیونٹی رہنماؤں، اساتذہ، مذہبی و سماجی شخصیات اور مقامی اہلکاروں سے تفصیلی گفتگو کر کے ان کی آراء اور محسوس کی گئی ضروریات معلوم کی جاتی ہیں۔ چوتھا طریقہ گروہی بحث یعنی فوکس گروپ ڈسکشن ہے جس میں ایک جیسے پس منظر کے آٹھ سے دس بالغ بٹھا کر کسی موضوع پر کھل کر بات کرائی جاتی ہے۔ اس سے اجتماعی ترجیحات سامنے آتی ہیں، مثلاً خواتین کا گروپ صحت و سلائی کڑھائی کی تعلیم کو ترجیح دے سکتا ہے جبکہ کسانوں کا گروپ زرعی معلومات اور حساب کتاب کو۔

پانچواں طریقہ کمیونٹی اجلاس اور شراکتی تشخیص ہے۔ جدید رجحان یہ ہے کہ بالغوں کو صرف معلومات کا موضوع نہ بنایا جائے بلکہ ضرورت کی نشاندہی میں خود شریک کیا جائے۔ گاؤں یا محلے کے اجلاس میں مسئلہ درخت، ترجیحات کی فہرست اور نقشہ سازی جیسی شراکتی تکنیکوں سے مقامی لوگ خود اپنے مسائل اور ان کی ترتیب بیان کرتے ہیں۔ اس طریقے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ پروگرام کو شروع ہی سے کمیونٹی کی ملکیت اور حمایت حاصل ہو جاتی ہے اور بعد میں حاضری و تسلسل کے مسائل کم ہو جاتے ہیں۔ بالغ کی خود بیان کردہ ضرورت ہی اس کی شرکت کی سب سے بڑی ضمانت ہوتی ہے۔

جانچ، ریکارڈ اور ماہرین کی رائے کے طریقے

چھٹا طریقہ بنیادی قابلیت کی جانچ ہے۔ سادہ آزمائشوں کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے کہ بالغ پڑھنے لکھنے اور حساب میں کس سطح پر ہے، تاکہ پروگرام اس کی اصل سطح سے شروع ہو، نہ بہت آسان ہو نہ بہت مشکل۔ ساتواں طریقہ موجودہ ریکارڈ اور اشاروں کا تجزیہ ہے :ہسپتالوں کے ریکارڈ سے بیماریوں کے رجحان، زرعی توسیعی اداروں سے کسانوں کی

مشکلات، اور بینکوں و ڈاکخانوں کے تجربات سے عام لوگوں کی لکھت پڑھت کی کمزوریاں معلوم ہوتی ہیں، جن سے صحت، زراعت اور مالی خواندگی جیسی ضروریات کی نشاندہی ہوتی ہے۔

آٹھواں طریقہ ماہرین اور شعبہ جاتی اداروں کی رائے ہے۔ محکمۂ صحت، زراعت، لائیو اسٹاک، صنعت اور سماجی بہبود کے ماہرین بتاتے ہیں کہ متعلقہ آبادی کو کن معلومات و مہارتوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ نواں طریقہ ماحول اور تبدیلیوں کا تجزیہ ہے :نئی ٹیکنالوجی، موبائل فون اور انٹرنیٹ کا پھیلاؤ، شہروں کی طرف نقل مکانی اور روزگار کے بدلتے تقاضے نئی ضروریات جنم دیتے ہیں، مثلاً ڈیجیٹل خواندگی اور موبائل بینکنگ کی سمجھ۔ ایک کامیاب تشخیص عام طور پر ان میں سے کئی طریقوں کو بیک وقت استعمال کرتی ہے تاکہ ہر طریقہ تصویر کا ایک پہلو واضح کرتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور عملی طریقہ پچھلے پروگراموں کے تجربات کا جائزہ ہے۔ جن علاقوں میں پہلے خواندگی یا فنی تربیت کے پروگرام چل چکے ہوں، ان کی رپورٹوں، اساتذہ کے تجربات اور فارغ ہونے والوں کی آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ کون سی ضروریات پوری ہوئیں اور کون سی رہ گئیں۔ اسی طرح اچانک پیدا ہونے والی ضروریات، مثلاً سیلاب یا خشک سالی کے بعد بحالی کی معلومات، یا کسی نئی فصل و ٹیکنالوجی کا متعارف ہونا، بھی تشخیص میں شامل کی جاتی ہیں۔ باقاعدہ فالو اَپ تشخیص سے پروگرام بدلتے حالات کے ساتھ خود کو بھی بدلتا رہتا ہے اور اپنی افادیت برقرار رکھتا ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ بالغوں کی تعلیمی ضروریات کی نشاندہی تعلیمِ بالغاں کے پروگرام کی بنیاد ہے اور اس کے لیے سروے و شماریاتی معلومات، مشاہدہ، انٹرویو، گروہی بحث، شراکتی کمیونٹی تشخیص، قابلیت کی جانچ، ریکارڈ کا تجزیہ اور ماہرین کی رائے جیسے متنوع طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ پاکستانی تناظر میں جہاں وسائل محدود ہیں، وہاں شراکتی طریقے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ بالغ کو پروگرام کا شریک بناتے ہیں۔ جب نصاب انہی نشاندہی شدہ ضروریات پر مبنی ہو تو بالغ سیکھنے کو بوجھ نہیں، اپنی زندگی کی بہتری کا ذریعہ سمجھتا ہے اور پروگرام کامیابی سے اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے۔

سوال نمبر :4 دیہی آبادی کی فنی ضروریات 20) نمبر(

سوال نمبر :4 دیہی آبادی کی فنی ضروریات کیا ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔

تعارف

پاکستان کی آبادی کا بڑا حصہ دیہات میں رہتا ہے اور قومی معیشت کی بنیاد زراعت و دیہی پیشوں پر ہے۔ دیہی زندگی کی ضرورتیں شہری زندگی سے مختلف ہوتی ہیں، اور فنی ضروریات سے مراد وہ عملی، تکنیکی اور پیشہ ورانہ مہارتیں و معلومات ہیں جن کی دیہی آبادی کو اپنی پیداوار بڑھانے، آمدنی بہتر کرنے، صحت مند زندگی گزارنے اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے ضرورت ہے۔ جو تعلیمی یا توسیعی پروگرام ان ضروریات کو نظر انداز کر کے صرف کتابی مواد دے، وہ دیہی زندگی میں حقیقی تبدیلی نہیں لا سکتا۔

فنی ضرورت کا تصور اس بنیادی نکتے سے جڑا ہے کہ دیہی فرد کا وقت محنت میں گزرتا ہے اور وہ صرف اسی علم کو قبول کرتا ہے جو اس کے کھیت، مویشی، گھر اور روزگار میں کام آئے۔ اس لیے تعلیمِ بالغاں اور دیہی ترقی کے پروگراموں میں فنی ضروریات کی شناخت اور تکمیل کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ ذیل میں دیہی آبادی کی اہم فنی ضروریات کو شعبہ وار تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

زراعت سے متعلق فنی ضروریات

دیہی آبادی کی سب سے بڑی فنی ضرورت زراعت سے متعلق ہے۔ کسان کو زمین کی تیاری، بیج کے انتخاب اور شرحِ بیج، کھادوں کی اقسام و مقدار، آبپاشی کے جدید و پانی بچانے والے طریقے، فصل کی بیماریوں و کیڑوں کی پہچان اور محفوظ ادویات کا استعمال، کٹائی و ذخیرہ اندوزی اور منڈی تک رسائی و بھاؤ کی معلومات درکار ہوتی ہیں۔ پرانے طریقوں سے پیداوار محدود رہتی ہے اور غلط اسپرے یا کھاد سے نقصان ہوتا ہے۔ اس لیے کسان کو جدید زرعی ٹیکنالوجی کی تربیت، مظاہرے کے پلاٹوں اور توسیعی عملے کی رہنمائی کی صورت میں فنی تعلیم کی ضرورت ہے۔

دوسرا بڑا شعبہ لائیو اسٹاک ہے۔ دیہی خاندان کی آمدنی و غذائیت کا بڑا ذریعہ مویشی ہیں۔ انہیں مویشیوں کی نسلوں، متوازن خوراک و چارے، بیماریوں کی علامات و ویکسینیشن، دودھ کی صفائی سے پیداوار اور اس کی فروخت کی فنی

معلومات درکار ہیں۔ اسی طرح مرغ بانی، مچھلی بانی اور شہد کی مکھی پالنے جیسے ذیلی شعبوں کی تربیت بھی اضافی آمدنی کی فنی ضرورت ہے۔ ان مہارتوں کی کمی سے جانوروں کی اموات، دودھ و انڈوں کی کم پیداوار اور خاندانی آمدنی کا ضیاع ہوتا ہے، جبکہ تھوڑی سی فنی تربیت خاندان کی معاشی حالت کو نمایاں طور پر بدل سکتی ہے۔

دستکاری، چھوٹی صنعت اور مرمت سے متعلق ضروریات

تیسری فنی ضرورت دستکاری و چھوٹی صنعتوں کی ہے۔ دیہات میں بہت سے افراد اور خصوصاً خواتین سلائی کڑھائی، بنائی، مٹی و لکڑی کے کام اور غذائی اشیاء کی تیاری جیسے ہنر رکھتے ہیں، مگر انہیں معیاری ڈیزائن، ماپ تول، لاگت کا حساب، پیکنگ اور بازار کاری کی فنی تربیت نہیں ہوتی۔ اس تربیت سے گھریلو ہنر آمدنی کا باقاعدہ ذریعہ بن سکتا ہے۔ چوتھی ضرورت بنیادی مرمت و کاریگری کی ہے :بجلی کا سادہ کام، پلمبنگ، موٹر و ٹیوب ویل کی معمولی مرمت، سائیکل و موٹر سائیکل کی دیکھ بھال، اور تعمیراتی کاموں میں راج مکرانی کے ابتدائی ہنر۔ ان مہارتوں کے لیے دیہی نوجوان شہر کی طرف دیکھتا ہے؛ اگر گاؤں ہی میں تربیت ملے تو روزگار بھی مقامی رہے گا اور ہجرت بھی۔

پانچویں ضرورت گھریلو و سماجی زندگی کی فنی مہارتوں کی ہے۔ محفوظ پانی کا استعمال، خوراک کی حفاظت، گھر کی صفائی، بنیادی ابتدائی طبی امداد، زچہ و بچہ کی دیکھ بھال اور بچوں کو بیماریوں سے بچاؤ کے ٹیکوں کی آگاہی فنی نوعیت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح مالی مہارتیں بھی دیہی زندگی کی نئی فنی ضرورت ہیں :بچت، قرض کے صحیح استعمال، بینک و موبائل اکاؤنٹ کا استعمال، انشورنس و فصلی قرضوں کی سمجھ اور منافع و لاگت کا حساب۔ جدید دور میں موبائل فون، انٹرنیٹ سے موسم و منڈی کی معلومات تک رسائی اور سرکاری خدمات کا آن لائن استعمال بھی دیہی آبادی کی بڑھتی ہوئی فنی ضرورت بن چکی ہے۔

ضروریات کی تکمیل کے ذرائع اور مشکلات

ان ضروریات کی تکمیل کے لیے زرعی توسیعی ادارے، لائیو اسٹاک و صحت کے محکمے، فنی تربیت کے ادارے، غیر سرکاری تنظیمیں، ریڈیو و ٹیلی وژن کے کسان پروگرام، موبائل خدمات اور مقامی مظاہراتی مراکز کردار ادا کرتے ہیں۔ فاصلاتی تعلیم اور خواندگی پروگرام بھی اگر اپنے مواد میں فنی معلومات شامل کریں تو غیر رسمی ذریعے کے طور پر بہت مفید ثابت

ہوتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ تربیت کا وقت فصل و موسم کے مطابق ہو، زبان مقامی ہو، اور سکھائی جانے والی مہارت کا عملی مظاہرہ ضرور کیا جائے، کیونکہ دیہی بالغ کتابی لیکچر سے زیادہ دیکھ کر اور خود کر کے سیکھتا ہے۔

مشکلات میں تربیت کے مراکز کا دور ہونا، خواتین کی تربیت کے لیے خاتون تربیت کاروں کی کمی، فنی مواد کا مقامی زبان میں دستیاب نہ ہونا اور تربیت کے بعد چھوٹے قرض و اوزار کی فراہمی کا نہ ہونا نمایاں ہیں۔ اگر تربیت کے ساتھ سرمائے و مارکیٹ کا رابطہ نہ دیا جائے تو ہنر آمدن میں نہیں بدل پاتا۔ لہٰذا دیہی فنی تعلیم کو قرض، اوزار اور بازار کاری کی مدد کے ساتھ جوڑنا اس کی کامیابی کی شرط ہے، اور اس مقصد کے لیے مقامی سطح پر مربوط منصوبہ بندی ناگزیر ہے۔

یہاں خواتین کی فنی ضروریات کا الگ ذکر ضروری ہے، کیونکہ دیہی معیشت میں عورتیں مویشیوں کی دیکھ بھال، دودھ کی پروسیسنگ، کچن گارڈننگ، مرغ بانی اور دستکاری میں مرکزی کردار ادا کرتی ہیں مگر تربیت کے مواقع انہیں سب سے کم ملتے ہیں۔ ان کے لیے گھر کے قریب، مقامی اوقات میں اور خاتون تربیت کاروں کے ذریعے پروگرام ترتیب دینا، بچوں کی غذائیت و صحت کی فنی آگاہی دینا اور ان کے ہنر کو بازار سے جوڑنا دیہی خاندان کی آمدنی و صحت دونوں میں فوری بہتری لاتا ہے۔ اسی طرح دیہی نوجوانوں کے لیے موبائل مرمت، کمپیوٹر و انٹرنیٹ کی ابتدائی مہارتیں اور چھوٹے کاروبار کے انتظام کی تربیت وقت کی اہم فنی ضرورت بن چکی ہے۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ دیہی آبادی کی فنی ضروریات اس کی زندگی کے ہر شعبے کو گھیرے ہوئے ہیں :جدید زراعت و لائیو اسٹاک کی مہارتیں، دستکاری و چھوٹی صنعتوں کی تربیت، مرمت و کاریگری کے ہنر، صحت و گھریلو زندگی کی عملی مہارتیں اور نئی مالی و ڈیجیٹل قابلیتیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنا صرف تعلیم کا کام نہیں بلکہ دیہی ترقی، غربت میں کمی اور قومی معیشت کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔ جو پروگرام دیہی بالغ کو اس کے کھیت، اس کے مویشی، اس کے ہنر اور اس کے گھر سے متعلق فنی علم دے گا، کامیابی اسی کا مقدر ہوگی؛ اسی لیے تعلیمِ بالغاں کے نصاب میں فنی مواد کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

سوال نمبر :5 بچوں اور بالغوں کی تدریس میں فرق 20) نمبر(

سوال نمبر :5 بچوں اور بالغوں کی تدریس میں فرق بیان کریں۔

تعارف

تدریس ایک فن ہے، مگر یہ فن سیکھنے والے کی عمر، تجربے اور نفسیات کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ بچوں کی تدریس اور بالغوں کی تدریس میں اتنا ہی بنیادی فرق ہے جتنا دونوں کی زندگیوں میں ہے۔ بین الاقوامی ادب میں بچوں کی تدریس کے اصولوں کو پیڈاگوجی اور بالغوں کی تدریس کے اصولوں کو اینڈراگوجی کہا جاتا ہے۔ اینڈراگوجی کے بانیان، خصوصاً میلکم نولز، نے واضح کیا کہ بالغ سیکھنے والا بچے سے مختلف ہوتا ہے :وہ خود مختار ہوتا ہے، تجربے کا ذخیرہ رکھتا ہے، اس کے سماجی کردار ہوتے ہیں اور وہ ضرورت کی بنیاد پر سیکھتا ہے۔ جو استاد بالغوں کو بھی بچوں کی طرح پڑھائے گا، وہ ان کی عزتِ نفس مجروح کرے گا اور پروگرام کو ناکام بنائے گا۔

پاکستان میں خواندگی و تعلیمِ بالغاں کے بہت سے پروگرام اسی وجہ سے متوقع نتائج نہ دے سکے کہ ان میں اسکول کے طریقے اور بچوں جیسا مواد استعمال کیا گیا۔ بالغ کسان یا مزدور جب قاعدے کے ’الف انار ‘جیسے جملے دیکھتا ہے تو اسے تدریس اپنی زندگی سے کٹی ہوئی اور خود اپنی حیثیت سے کم تر محسوس ہوتی ہے۔ اس فرق کو سمجھنا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو تعلیمِ بالغاں، غیر رسمی تعلیم یا فنی تربیت سے وابستہ ہو۔ ذیل میں اس فرق کے اہم پہلو تفصیل سے بیان کیے جاتے ہیں۔

نفسیاتی و سماجی فرق

پہلا فرق خودی کے تصور میں ہے۔ بچہ استاد پر انحصار کرتا ہے اور اس کی رہنمائی کو فطری سمجھتا ہے، جبکہ بالغ خود کو اپنے فیصلوں کا ذمہ دار سمجھتا ہے اور تدریس میں بھی شراکت و احترام چاہتا ہے۔ اس سے جڑا دوسرا فرق تجربے کا ہے :بچے کا تجربہ محدود ہوتا ہے اور وہ نئی معلومات خالی ذہن پر لیتا ہے، جبکہ بالغ کے پاس زندگی بھر کا تجربہ ہوتا ہے۔ بالغوں کی تدریس میں استاد کو اس تجربے کو بنیاد بنانا چاہیے، اس سے جوڑ کر نئی بات سکھانی چاہیے اور غلط تجربات کو بھی تدبر سے درست کرنا چاہیے؛ بالغ کے تجربے کو رد کرنا اسے تدریس سے بیزار کر دیتا ہے۔

تیسرا فرق سماجی کردار اور سیکھنے کی تیاری میں ہے۔ بچے عموماً نصابی تقاضے کے تحت سیکھتے ہیں اور ان کی تیاری ان کی نشوونما سے جڑی ہوتی ہے، جبکہ بالغ اسی وقت سیکھنے پر تیار ہوتا ہے جب اسے زندگی کے کسی کردار، یعنی پیشہ، والدین ہونے یا شہری ذمہ داری، میں ضرورت محسوس ہو۔ چوتھا فرق وقت کے تصور میں ہے :بچہ مستقبل کے لیے سیکھتا ہے اور اس کے ثمرات دیر سے چاہتا ہے، جبکہ بالغ فوری اطلاق چاہتا ہے؛ جو علم آج اس کے کام نہ آئے اس میں اس کی دلچسپی جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ پانچواں فرق ترغیب کا ہے :بچے کو بیرونی ترغیبات، یعنی انعام، نمبر اور والدین کی خوشنودی، متحرک کرتی ہیں، جبکہ بالغ کی اصل ترغیب اندرونی ہوتی ہے، یعنی زندگی کی بہتری، عزت، آمدنی اور مسئلے کا حل۔

جدول 1: بچوں اور بالغوں کی تدریس میں بنیادی فرق

پہلو	بچوں کی تدریس	بالغوں کی تدریس
سیکھنے والے کا تصور	استاد پر انحصار کرنے والا	خود مختار اور فیصلہ ساز
تجربے کا کردار	محدود تجربہ؛ نیا علم خالی ذہن پر	وسیع تجربہ؛ نئی تعلیم کی بنیاد
سیکھنے کی ترغیب	بیرونی :نمبر، انعام، والدین	اندرونی :ضرورت، آمدنی، عزت، مسئلے کا حل
وقت کا رجحان	مستقبل کے لیے تیاری	فوری اطلاق اور نتیجہ
نصاب کا ماخذ	مضمون مرکز مقررہ نصاب	زندگی و پیشے کے مسائل مرکز
استاد کا کردار	رہنما و اختیار رکھنے والا	سہولت کار و شریک
جائزے کا طریقہ	امتحان، نمبر اور درجہ بندی	خود جائزہ، عملی کارکردگی اور سہولت کار کی رائے

نصاب، طریقہ کار اور استاد کے کردار میں فرق

نصاب کے اعتبار سے بچوں کا نصاب مضمون وار اور درجہ وار مقرر ہوتا ہے جسے پورا کرنا استاد کی ذمہ داری ہے، جبکہ بالغوں کا نصاب ان کی نشاندہی شدہ ضروریات سے بننا چاہیے؛ بالغوں کو موضوع کے انتخاب میں رائے کا حق دینا تدریس کا حصہ ہے۔ طریقہ کار میں بھی فرق واضح ہے :بچوں کے لیے لیکچر، یاد کرنا اور استاد کی وضاحت مرکزی حیثیت رکھتی

ہے، جبکہ بالغوں کے لیے بحث و مکالمہ، گروہی کام، مسئلہ حل کرنا، عملی مظاہرہ، فیلڈ تجربہ اور ایک دوسرے کے تجربات سے سیکھنا زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ بالغ بیٹھ کر لمبا لیکچر سننے کے بجائے کر کے اور بول کر سیکھتا ہے۔

استاد کے کردار میں فرق بھی بنیادی ہے۔ بچوں کا استاد اختیار رکھتا ہے، نظم قائم کرتا ہے اور کارکردگی ناپتا ہے؛ بالغوں کا استاد دراصل سہولت کار ہوتا ہے جو دوستانہ ماحول بناتا ہے، سیکھنے والوں کو بولنے کا موقع دیتا ہے، ان کی عزت کا خیال رکھتا ہے اور ان کے مسائل پر ان کے ساتھ حل تلاش کرتا ہے۔ جائزے میں بھی فرق ہے :بچوں کا جائزہ امتحان و نمبروں سے ہوتا ہے، جبکہ بالغوں میں خود جائزہ، عملی مظاہرہ اور زندگی میں اطلاق دیکھا جاتا ہے؛ بالغ کو ’فیل‘ کہنا تدریسی آداب کے خلاف ہے۔ اسی طرح بالغ کلاس کا وقت، مقام اور رفتار ان کی مصروفیات کے مطابق لچکدار رکھنی پڑتی ہے۔

عملی مضمرات اور احتیاطیں

ان فرقات کے عملی مضمرات یہ ہیں کہ تعلیمِ بالغاں کے استاد کی تربیت الگ نوعیت کی ہونی چاہیے، اسے بالغ نفسیات، سہولت کاری اور کمیونٹی سے رابطے کا ہنر آنا چاہیے۔ مواد بالغوں کے لیے الگ تیار ہو جس میں مثالیں ان کی زندگی سے ہوں، تصاویر و خطوط کی وضاحت بالغ ذوق کے مطابق ہو اور بچوں والے قاعدے کاپی نہ کیے جائیں۔ پروگرام کے اوقات فصل، مزدوری اور گھریلو ذمہ داریوں کو دیکھ کر طے ہوں، اور خواتین کے لیے مقام و سہولت کار کا انتخاب مقامی اقدار کو سامنے رکھ کر ہو۔ یہ چھوٹی چھوٹی احتیاطیں ہی حاضری اور تسلسل کی ضمانت بنتی ہیں۔

یہ بھی نوٹ کرنا چاہیے کہ فرق کا یہ مطلب نہیں کہ بالغوں کی تدریس میں نظم، ترتیب یا استاد کی رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ بنیادی مہارتیں، خصوصاً ابتدائی خواندگی، میں ترتیب وار تدریس اور مشق بالغ کے لیے بھی لازم ہے؛ فرق صرف انداز کا ہے۔ احترام، شراکت اور اطلاق برقرار رکھ کر بھی منظم تدریس ممکن ہے۔ اسی طرح جدید رجحان یہ ہے کہ بچوں کی تدریس میں بھی شراکت و سرگرمی بڑھائی جائے، یعنی دونوں روایتیں ایک دوسرے سے سیکھ رہی ہیں، مگر ان کے نفسیاتی فرق اپنی جگہ قائم ہیں۔

نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ بچوں اور بالغوں کی تدریس میں فرق سیکھنے والے کے خودی کے تصور، تجربے، ترغیب، وقت کے رجحان، نصاب کے ماخذ، تدریسی طریقوں، استاد کے کردار اور جائزے کے انداز سمیت ہر پہلو میں پایا جاتا ہے۔ بچہ مستقبل کے لیے، استاد کی رہنمائی میں اور بیرونی ترغیب سے سیکھتا ہے، جبکہ بالغ موجودہ ضرورت کے لیے، خود مختاری و احترام کے ساتھ اور فوری اطلاق کی خاطر سیکھتا ہے۔ تعلیمِ بالغاں کے پروگراموں کی کامیابی اسی فرق کو عملی تدریس میں ڈھالنے پر منحصر ہے؛ جو پروگرام بالغ کو بالغ سمجھ کر چلایا جائے گا وہی اس کی شرکت، اعتماد اور دیرپا سیکھ کو یقینی بنائے گا۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com